JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.
It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

Dr. Muhammad Asif
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 333 6062921

WEBSITE:
https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
muhammadasif12@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research (Urdu), Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 41, Issue No.01

TITLE OF THE PAPER

پریم چند کی تحریروں میں نسائی شعور (خصوصی مطالعہ گئودان)

AUTHOR(S)

* **Iqra Ghaffar**
Lecturer, Department of Urdu, Ghazi University, DG Khan
** Farah Bibi
M.Phil Scholar, Department of Urdu, Ghazi University, DG Khan
*** Muhammad Hammad
M.Phil Scholar, Department of Urdu, Ghazi University, DG Khan

CONTACT
* iqraghaffar7866@gmail.com
** fn279896@gmail.com
*** mh8476371@gmail.com

HISTORY OF THE PAPER

Received on: January 09, 2025
Accepted on: June 27, 2025
Published on: June 30, 2025

DETAIL(S)

Volume No. 41, Issue No. 01, Page No: 115-127
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License
COPYRIGHT
©The author(s) 2025. ©Journal of Research (Urdu) 2025.
This publication is an open access article.

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E): 1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 1, June 2025

* اقراء غفار ** فرح بی بی *** محمد حماد

پریم چند کی تحریروں میں نسائی شعور (خصوصی مطالعہ گئودان)

Feminist Consciousness in the writings of Premchand (Special Study of *Gaudaan*)

ABSTRACT

There are many changes that have taken place in literature or in the new critical theories, the movement of feminism has a prominent place. Feminist concepts are presented in the works of male writers. The early fiction writers and novelists like Premchand also presents female characters. It exists and accordingly, it is natural for feminine concepts to come in. There are clear glimpses of feminine consciousness in Premchand's personality and art, but in some places, he also imposes many restrictions regarding women under the guise of orientalism. This paper examines the personality of Premchand and the feminine concepts and female characters presented in Gaudana and tries to clarify the contradictions between his personality and in the novel.

KEYWORDS

literature, novel, feminist, feminism, Premchand, movement, story

کائنات کے دو بنیاد گزار مرد اور عورت ہیں۔ عورت بھی مرد کی طرح معاشرے کا حصہ ہے۔ یا پھر یوں کہنا مناسب ہو گا کہ عورت کے بغیر کائنات کی تکمیل ممکن ہی نہیں۔

ادبی تخلیق میں عورت کا ذکر ہمیشہ سے ہوا ہے عورت/صنف نازک احساسات سے گندھی ایک مورت ہے۔ شاعری میں عورت کے اعضاء، آنکھیں، گیسو، ہونٹ اور عورت کی آواز پر بے شمار اشعار لکھے گئے۔ نثری اصناف چاہے داستانیں ہوں، ناول ہوں یا پھر افسانے ہوں ان کی تکمیل عورت کی ذات کے بغیر ممکن نہیں۔ داستانوں میں عورت کو حسین و جمیل بنا کے پیش کیا گیا۔ داستانوں کے عہد میں عورت کو حسن کی دیوی بنا دیا گیا۔ عہد شاہی میں عورت کو ملکہ، کنیز، لونڈی اور طوائف کے نام دیئے گئے۔ قبائلی نظام میں عورتوں کو خریدا اور بیچا گیا۔

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

عورت کے خیالات جذبات اور احساسات پر توجہ نہیں دی گئی۔ عورت کیا سوچتی ہے؟ کیا محسوس کرتی ہے؟ اسے معاشرے میں کیسے کیسے مسائل در پیش ہیں؟ اس پر شاید ہی کوئی بات کی گئی ہو۔ اُردو ناولوں میں یہ رجحان بڑھا۔ عورتوں کے خیالات اور جذبات کی طرف توجہ دلائی جانے لگی۔ عورت کے ذہن کو سمجھا جانے لگا پریم چند بنیادی طور پر ایسے تخلیق کار ہیں جنہوں نے اپنے ناولوں میں عورت کے کردار کو منظم اور مربوط صورت میں پیش کیا ہے۔ پریم چند کا عہد ہندوستان کی سیاسی بیداری کا عہد ہے ۔۱۹۳۶ء میں پریم چند کا ناول ''گئودان'' شائع ہوا۔۱۹۳۶ء میں جب ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا تو اس کی صدارت بھی پریم چند نے کی۔ اس دور میں لوگ انگریزوں سے سرمایہ دار طبقے کی ظلم و زیادتیوں سے چھٹکارا پانا چاہتے تھے۔ ہندوستان کی مذہبی رسومات کا سب سے زیادہ نقصان وہاں کی عورتوں کو ہوا۔ مذہب کے ٹھیکیداروں نے مذہب کے نام پر عورتوں کو چلایا اور بیشتر رسومات میں عورتوں کی ذات کے ساتھ بہت ناانصافی کی گئی۔ برہمو سماج اور آریہ سماج ہندوستان میں تعلیم یافتہ طبقے کے طور پر اُبھرے:۔

> ''ہندو معاشرے میں عورت کی آزادی کی جدوجہد انگریزی دور میں شروع ہوئی۔ جب بنگال میں راجہ رام موہن رائے نے اصلاح مذہب کی تحریک شروع کی تو اس کے نتیجے میں ستی کی رسم پر پابندی لگی اور بالآخر ۱۹۱۹ء میں سارا قانون کے تحت بچپن کی شادیاں ممنوع ہوئیں۔'' (1)

پریم چند کے ناول ''گئودان'' میں سیاسی و معاشرتی پہلوؤں کا بیان ہے۔ سیاسی لحاظ سے وہ گاندھی تحریک کے خواہاں تھے۔ سماجی اصلاح اور عورتوں کے حقوق کے لیے انہوں نے آریہ سماج سے اثر قبول کیا۔ ناول ''گئودان'' میں انہوں نے نسوانی کرداروں کو بہت خوبی سے پیش کیا جدید اور قدیم عورت کا امتزاج ناول کا خاص حصہ ہے اور ناول نگار نے ان کے حق میں بات کرنے کی کوشش کی۔ مردوں کی بہ نسبت عورت کے کرداروں کو خالص نسائی طرز اظہار پر مبنی مورتیں بنا کر پیش کیا۔ ہندو مذہب اور سماج نے عورتوں کو ان کے حقوق سے محروم رکھا اور ان کی عزت نفس کو کچل ڈالا اس تمام عمل کے دوران فرسودہ مذہبی روایات اور رسم و رواج کا اہم کردار رہا۔

گئودان میں پریم کے پیش کردہ کردار اس ظلم کو محسوس کرتے ہیں ان کے ہاں نمایاں شعور کو ناول میں پیش کیا گیا ہے اور پریم چند نے جن نسوانی کرداروں کا مشاہدہ اپنی زندگی کے دوران کیا ان کو اپنی تخلیق کا حصہ بنایا۔ پریم چند کی ذاتی زندگی کو اگر مدنظر رکھا جائے تو انہوں نے بھی ایک بال بیوہ سے شادی کی اور ہندوؤں کی ٹھوس فرسودہ رسم سے بغاوت کا اظہار کیا۔ ہندو سماج میں عورت کے حوالے سے رائج ستی کی رسم کو مسترد کرتے ہوئے جدید عہد کا خیر

مقدم کرتا ناول نگار گئودان میں گوبر جیسے کردار تخلیق کرتا ہے۔اور یہ بیانیہ تشکیل دیتا ہے کہ جب مردوں کو یہ حقوق حاصل ہیں کہ وہ ایک بیوی کے مرنے کے بعد دوسری شادی کر سکتے ہیں تو عورت کیوں جلا دی جائے۔ ناول ''گئودان'' میں بہت سے نسوانی کردار ملتے ہیں انہوں نے مختلف کرداروں میں مختلف خصوصیات پر زور دیا ہے۔پریم چند کے ناول ''گئودان'' میں سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ دیہات اور کسانوں کی عکاسی ملتی ہے۔اس ناول میں انہوں نے کسانوں کی مشکلات کو بیان کیا ہے کیونکہ پریم چند خود زراعت پیشہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور انہیں لگان اور جاگیردارانہ نظام کی تلخیوں کا احساس تھا۔

ناول ''گئودان'' میں ہوری اور دھنیا مرکزی کردار ہیں دھنیا ہوری کی بیوی ہے جو کہ ہوری سے زیادہ مضبوط اور سمجھدار ہے۔ہوری کو جب اس کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے تو وہ بے بس ہو کے خاموش ہو جاتا ہے۔مگر دھنیا کے مکالموں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پریم چند اپنے خیالات کا اظہار دھنیا کے الفاظ سے ادا کر رہے ہیں۔دھنیا ظلم چپ چاپ بالکل نہیں سہتی اگرچہ وہ بے بس ہوتی ہے مگر اپنی پوری قوت کا استعمال کرتی ہے۔اس میں ظلم کے خلاف احتجاجی رویہ رونما ہوتا ہے۔وہ اپنے شوہر کی طرح سر نہیں جھکاتی بلکہ ظلم کے خلاف احتجاج کرتی ہے۔دھنیا اگرچہ ایک سادہ اوران پڑھ عورت ہے۔مگر اس کا ضمیر پاکیزہ ہے وہ بے بس ہے مگر کسی کے آگے جھکنا نہیں چاہتی:۔

> ''دھنیا اتنی سمجھدار نہ تھی اس کا خیال تھا کہ ہم نے زمیندار کے کھیت جوتے ہیں تو وہ اپنا لگان ہی
> تو لے گا۔اس کی خوشامد کیوں کریں۔اس کے تلوے کیوں سہلائیں۔''(2)

سرمایہ دارانہ نظام نے ہمیشہ ہی دوسری یعنی کہ غریبوں کا پیٹ کاٹ کر اپنا پیٹ بھرا ہے۔اس ناول میں دیہات کی عکاسی کی گئی ہے تو ایسا ہر طبقے کے ساتھ ہوا ہے چاہے وہ ہندو ہو یا پھر مسلمان، کسان عموماً سادہ لوح ہوتے ہیں۔زمیندار دگنا حصہ وصول کرتے ہیں اور اس طرح ایک کسان کی ساری زندگی محصول دینے اور لگان کی زور ہو جاتی ہے۔دھنیا ہر مشکل کا سامنا مردانہ وار بڑی بے باکی سے کرتی ہے۔پریم چند نے دھنیا کے کردار کو نڈر بنا کے پیش کیا ہے۔ہوری کی گائے مر جاتی ہے تو پولیس ہیرا کو پکڑنے آتی ہے۔جو ہوری کا بھائی ہے مگر ہوری نہیں چاہتا کہ مزید بدنامی ہو تو وہ پولیس والے سے معاملہ ختم کرنے کو کہتا ہے اور پولیس والا اس سے پیسے مانگتا ہے اور ہوری پیسے دینے پر راضی ہو جاتا ہے لیکن دھنیا اس ظلم کے خلاف اپنی آواز بلند کرتی ہے وہ ایسے سماج اور گاؤں کے ٹھیکیداروں سے نفرت کرتی ہے:۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 1, June 2025

"میں سب جانتی ہوں یہاں تو حصہ بانٹ ہونے والا تھا۔ سبھی کے منہ میٹھے ہوتے۔ یہ ہتیارے
گاؤں کے مکھیا ہیں۔ گریبوں کا کھون (خون) پینے والے۔ سود، بیاج، ڈیڑھی، سوائی، بجز (نند)
بھینٹ، گھوس رسوت، جیسے ہو گریبوں کو لوٹو۔"(3)

دھنیا کا کوئی خوف نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ کسی سے ڈرتی ہے اسے اندازہ ہوتا ہے کہ پیسے دینے سے ان کی غریبی میں اضافہ ہو گا اور گائے بھی ان کی مری اور اوپر سے پیسے بھی وہی دیں۔ دھنیا کے مکالموں سے بغاوت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور بغاوت غربت کے خلاف ہے۔ زمینداروں کے خلاف اور منافقت کے خلاف بغاوت ہے۔

دھنیا سماج اور مذہب کے ٹھیکیداروں کی نیت سے بخوبی واقف تھی۔ دھنیا ایسے سماج میں رہنا ہی نہیں چاہتی تھی جہاں انسانیت نام کی کوئی چیز ہی نہ ہو۔ جہاں احساس کو کچلا جاتا ہو۔ موجودہ دور میں بھی یہی حال ہے۔ انسانیت عہدوں کے نیچے دب کر رہ جاتی ہے یہ مذہب اور سماج کے ٹھیکیدار غریبوں کی مجبوری اور بے بسی کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دھنیا اس بات سے واقف تھی کہ مذہبی اور معاشرتی رسومات کا یہ بڑے لوگ صرف ڈھونگ رچاتے ہیں اور غریبوں پر قہر برساتے ہیں۔ اس کا بیٹا گوبر جب جھنیا کو اس کے باپ کے گھر سے نکال لاتا ہے تو پنچ اور پنڈت مل کر ہوری پر سو روپے نقد اور تیس من غلے کا تاوان عائد کرتے ہیں:۔

"دھنیا تلملا کر بولی یہ پنچ نہیں ہیں راکھشس ہیں۔ پکے اور پورے راکھشیس؟ یہ سب ہماری جگہ
جمین (زمین) چھین کر مال مارنا چاہتے ہیں۔ ڈنڈ باندھ کا تو بہانہ ہے۔"(4)

ناول "گئودان" میں پریم چند نے ہندوستانی تہذیب کی عکاسی کی ہے۔ قدیم ہندوستانی معاشرے میں عورت کی حیثیت نہایت ہی پست تھی۔

ہندو دھرم میں عورت کی حیثیت یہ تھی کہ اس کی کسی بات کو معتبر نہیں سمجھا جاتا تھا۔ کوئی بھی مذہب عورت کے ساتھ ناانصافی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ مشرق کی بہ نسبت مغرب میں عورت کی آزادی پر بہت پابندی تھی۔ مغربی عورتوں کو یکساں حقوق مہیا نہیں تھے۔ مرد عورتوں پر ظلم کی انتہا کر دیتے تھے۔

مغربی تصانیف یعنی کہ افسانوں اور ناولوں میں عورتوں کے ساتھ ظلم دیکھنے کو ملتا ہے۔ میکسم گورکی، چولساں اور چیخوف کی ادبی تصانیف میں معاشی ابتری اور عورتوں کے حقوق کا استحصال دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس دور میں عورت ہو، معاشرہ ہو یا پھر فطرت سب پدرانہ نظام کے جبر کا شکار نظر آتے ہیں۔ بیسویں صدی کے اوائل میں مغرب

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 1, June 2025

میں عورتوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی گئی تب جا کے کہیں مغرب کی عورتوں کو ووٹ دینے اور گھر سے باہر جا کے کام کرنے کی آزادی دی گئی۔

قدیم دور میں عورت کو ہمیشہ ہی مظلوم کی سی زندگی نصیب ہوئی۔اسی طرح ہندوستان میں بھی عورت کی اہمیت ایک غلام جتنی تھی۔ شادی سے پہلے باپ کی غلامی اور شادی کے بعد اپنے شوہر کی غلامی۔ہندوستان کی ادبی تصانیف میں ڈپٹی نذیر احمد نے بھی عورتوں کی اصلاح کے لیے ناول لکھے انہوں نے عورتوں پر بیتے ظلم کی نشاندہی نہیں کی اسی طرح سر سید احمد خان اگرچہ مسلمانوں کی تعلیمی حالات بہتر بنانے کے خواہاں تھے مگر انہیں یہ گوارا نہ تھا کہ عورتیں بھی تعلیم حاصل کریں۔ ہندوستانی عورتوں کے مسائل کو پریم چند نے اپنی تصانیف میں اجاگر کیا۔ایک خاص قسم کا تصور ان کے ہاں موجود ہے۔ جو ہندوستانی معاشرے کی عکاسی کرتا ہے۔اسی بنا پر انہوں نے اپنے ناول ”گئودان“ میں ہوری کی بجائے دھنیا کو ایک مضبوط کردار بنا کے پیش کیا ہے اور اس ناول کا اختتام بھی وہ ہوری کی موت پر کرتا ہے۔ ہوری حالات کا مردانہ وار مقابلہ نہیں کر سکتا اور پریم چند ہوری کے کندھوں کا بوجھ دھنیا پہ ڈال دیتا ہے۔

اس ناول کا اختتام ہی دھنیا کی مضبوطی کو ثابت کرتا ہے کہ اس دنیا کے حالات کو دھنیا نے جھیلنا ہے:۔

> ”دھنیا مشین کی طرح اٹھی۔ آج جو سُتلی بیچی تھی۔ اس کے بیس آنے پیسے لائی اور ہوری کے ٹھنڈے ہاتھ میں رکھ کر سامنے کھڑے ہوئے ہیرا سے بولی ہر ام گھر میں نہ گائے ہے، نہ بچھا،نہ پیسہ، یہی پیسے ہیں۔ آج ان کا ”گئودان“ ہے اور غش کھا کر گر پڑی۔“(5)

پریم چند نے عورت کی سماجی حیثیت اور آزادی نسواں کی تحریک کو اپنی تصانیف میں قلمبند کیا ہے۔ انہوں نے اپنے ناول ”گئودان“ میں عورت کے سماجی مسائل کو مختلف کرداروں کے ذریعے سے واضح کیا ہے اور عورت کی عظمت کو بھی نکھارا ہے۔ دھنیا کے ذریعے سے ہی پریم چند نے سماج کی برائیوں پنڈت اور ٹھیکیداروں کے لالچ کو بے نقاب کیا ہے۔ دھنیا کے ذریعے سے ہی پریم چند نے ہندوستان میں بسنے والے ہندوؤں کی نچلی ذات چماروں کی واضح عکاسی کی ہے۔

ناول کا دوسرا اہم نسائی کردار سیلیا کا کردار ہے جو کہ ایک چمارن ہے جو پنڈت ماتادین کے ہاں مزدوری کرتی ہے اور پھر ماتادین بھی اس سے محبت کے دعوی کرتا ہے لیکن سیر بھر اناج استعمال کرنے پر ماتادین ساری محبت

کے دعویٰ بھول جاتا ہے اور سیلیا پر ظلم ڈھاتا ہے۔اس کردار کے ذریعے سے پریم چند کا ایک اور فکری زاویہ سامنے آتا ہے کہ وہ عورت کی محبت اور وفا کا حامی ہے۔پریم چند سیلیا کے کردار کے ذریعے یہ چاہتے ہیں کہ عورت ہر حال میں مرد کی وفادار رہے۔ماتادین چوری چھپے دوسری عورتوں کو دیکھا کرتا ہے اور ماتادین کے لیے سیلیا صرف ایک کام کرنے والی نوکرانی سے زیادہ نہیں تھی۔مگر سیلیا کے لیے ماتادین ہی سب کچھ تھا۔ ناول "گئودان" میں پریم چند کے ہاں عورت کے حوالے سے مختلف قسم کے تصورات سامنے آتے ہیں۔وہ سیلیا کو ماتادین کی محبت کا پابند رکھنا چاہتے ہیں اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ عورت کو وفا کا پیکر ہی سمجھا جائے اس حوالے سے اس کے ہاں کسی قسم کی بغاوت یا جرات کا اظہار موجود نہیں جہاں وہ اپنی جبکہ ہوئی عزت نفس کو بحال کر سکے جب ماتادین کی دلچسپی ایلیا کے علاوہ دوسری عورتوں ے لیے ہو تو وہ ایلیا محبت اور وفا کی دیوی بننے کے ساتھ ساتھ صبر ،شکر اور سلے ہوئے ہونٹوں کا مجسمہ بن کر ہی زندگی گزارے۔ناول نگار کے ہاں اس حوالے سے تضاد نظر آتا ہے دوسری طرف معاشرے میں موجود اس رویے کی تردید کرنے کی شعوری کوشش بھی ناول نگار کے ہاں نظر آتی ہے جس کے مطابق عورت کو بے وفا سمجھا جاتا ہے مگر پریم چند سیلیا کے کردار کے ذریعے سے عورت پر سے یہ الزام ہٹانا چاہتے ہیں اس لیے یوں مخاطب ہوتے ہیں:۔

> "وہ مجھے چاہے بھوکوں رکھے چاہے مار ڈالے پر اس کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔ان کی اتنی درگت کرا کے کیسے چھوڑوں؟ مر جاؤں گی، پر ہرجائی نہ بنوں گی۔ایک بار جس نے بانہہ پکڑ لی۔اسی کی رہوں گی۔"(6)

سیلیا اور ماتادین کے ذریعے سے پریم چند نے ذات پات کے نظام اور اپنی ذات کے احساس کو اجاگر کیا ہے۔ ہندومت نے جو ذات پات کی تقسیم کر کے انسان کو مجبور و بے بس بنا دیا تھا پریم چند اپنے ناول "گئودان" میں کرداروں کو اس بے بسی سے چھٹکارا دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ہندومت میں اچھوت لوگ صرف ایک حقیر کیڑے کے برابر تھے۔اچھوت ذات کے لوگوں کے لیے ماضی تلخیوں اور کڑواہٹ سے بھرا ہوا ہے۔ان کی تاریخ ان کے لیے سوائے نفرت اور محرومی ذات کے سوا کچھ نہیں۔

اس لیے ہندو مذہب میں ذات پات کی تقسیم نہ صرف گہری ہوئی بلکہ اس نے مستقل اور دائمی شکل اختیار کر لی۔ذات پات کی اس تقسیم نے ہندوستان کی تاریخ پر گہرے اثرات ثبت کیے کیونکہ اکثریت کو چمار بنا کر انہیں معاشرہ کی تعمیر تشکیل اور تاریخ سے دور کر دیا گیا۔اونچی ذات والوں نے ایسے قوانین بنائے اور ایسی روایات تشکیل دیں

جن کے دباؤ کی وجہ سے نیچی ذات والے سماجی، سیاسی اور معاشی طور پر ان کے کے برابر نہ ہو سکیں۔ نیچی ذات والوں پر تعلیم کے دروازے بند تھے انہیں زمین پر تھوک پھینکنے کی اجازت تک نہ تھی۔ دوسرے لوگ نیچی ذات والوں کے سائے سے بھی دور رہتے تھے:۔

''اچھوت ذاتوں کو انسانیت سے نیچے گرا کر انہیں مستقل طور پر ذلت وخواری کی حالت میں رکھ کر انہیں سماجی وثقافتی ومعاشی طور پر کچل کر اونچی ذات والوں نے اپنی مراعات کا تو تحفظ کر لیا اور اپنے اقتدار کو تو محفوظ کر لیا مگر اس عمل سے معاشرہ ان نچلی ذات والوں کی توانائی تخلیقی صلاحیتوں اور ذہنی صلاحیتوں سے محروم ہو گیا۔''(7)

پریم چند نے اپنے ناول ''گئودان'' میں ہندو مت کی تقسیم کے خلاف آواز اٹھائی اور سیلیا کو ماتادین کے برابر انسان ہونے کا درجہ عطا کیا۔ ماتادین خود سیلیا کے پاس جاتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے اور سیلیا کو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ پریم چند ان دونوں کرداروں کے ذریعے سے یہ درس دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ذات پات کی تقسیم سے بڑھ کر انسانیت اور محبت ہے جو سب کو برابر کا درجہ عطا کرتا ہے۔ ماتادین کی معافی عورت کی عظمت کے اعتراف پر مبنی ہے۔ پریم چند نے ناول ''گئودان'' میں ایک کسان طبقہ کو پیش کیا ہے اور اس کے ساتھ دوسرا طبقہ سیاسی طبقہ ہے اس طبقے کے لوگوں کی آرائش و زیبائش اور حد سے بڑھ کر تصنع کو ناول میں سامنے لایا گیا ہے۔ سیاسی طبقے کے نسائی کرداروں میں مس مالتی اہم ہیں۔ مس مالتی اور مسٹر مہتا کے ذریعے سے پریم چند نے ایک جنگلی عورت کے کردار کی عکاسی کی ہے۔ مس مالتی اور جنگلی عورت کے درمیان پریم چند نے تقابل کیا ہے۔ جنگلی عورت میں موسم کی شدت کو جھیلنے کی طاقت ہے۔ ان کرداروں کے ذریعے سے پریم چند ایک واضح حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں۔ مس مالتی شہر میں پرورش پاتی ہیں جبکہ جنگلی عورت دیہات میں۔ ان دونوں کرداروں میں ایک واضح تضاد ہے جنگلی عورت نڈر، بے باک، سادہ لوح اور صابر ہے جبکہ مس مالتی کی شخصیت میں انا پرستی، چڑ چڑاہٹ اور بے صبری ہے۔ مسٹر مہتا، جنگلی عورت کی قوتِ برداشت دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔

ان کرداروں کا ایک اور پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشرقی عورتیں مغربی عورتوں کی نقالی میں اس حد تک آگے نکل گئی ہیں کہ ان سے اپنے ہی ملک کے موسم برداشت نہیں ہو سکتے۔ اس وجہ سے انہوں نے اس فرق کو سامنے رکھا ہے:۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 1, June 2025

''اس نے بے پروائی سے کہا۔آنہہ، ہمارا کیا، ہم تو جنگل کے جیو ہیں۔دن دن بھر دھوپ اور پانی میں کھڑے رہے ہیں۔ تم تھوڑے ہی رہ سکتے ہو۔تم تھک گئے ہو گے۔سر کے باسی جنگل میں کاہے کو آتے ہوں گے؟ہم تو جنگلی آدمی ہیں۔''(8)

مس مالتی، دہقانی عورت کے ایثار سے جلنے لگتی ہیں۔ان کرداروں کے ذریعے سے پریم چند نے عورت کی نفسیات کو پیش کیا ہے۔مس مالتی جو کہ انگلستان سے ڈاکٹری پڑھ کر آئی ہوتی ہیں جب وہ دہقانی عورت سے حسد کرنے لگ جاتی ہے اور اسے کالی کلوٹی بلاتی ہے تو اس کی شخصیت بطور عورت زیادہ کھل کے سامنے آتی ہے۔پریم چند یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ عورت کتنی ہی روشن خیال کیوں نہ ہو جائے حسد کا جذبہ ایک فطرتی عمل ہے۔یہ مرحلہ عورت کی نفسیات کو جھنجوڑ کے رکھ دیتا ہے۔پریم چند عورت کی آزادی کے خواہاں تو ضرور ہیں مگر وہ اپنے نسائی کرداروں سے یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ وہ اپنے مشرقی معاشرے کی اقدار کی پاسداری کریں:۔

''نئے جگ کی دیویوں میں یہی تو صفت ہے وہ مرد کا سہارا نہیں چاہتی بلکہ اس کے دوش بدوش چلنا چاہتی ہیں۔''(9)

مس مالتی، مسٹر مہتا سے محبت کرنے لگتی ہیں محبت جو کہ ایک فطری جذبہ ہے۔مس مالتی بھی اس کا شکار ہو جاتی ہے مگر مسٹر مہتا کو مالتی اچھی لگتی ہے لیکن وہ اسے بیوی نہیں بنانا چاہتا۔یہاں مالتی اور مہتا کے ملاپ پر پریم چند کی روایتی ذہنیت غالب آجاتی ہے۔وہ عورتوں کی آزادی چاہتے ہیں مگر بیوی کو شوہر کی مرضی کا پابند رکھنا چاہتے ہیں۔

اس ناول کا ایک اور نسوانی کردار جو کہ پریم چند کا محبوب کردار ہے وہ مسٹر کھنا کی بیوی گوبندی ہے۔گوبندی فرمانبردار بیوی، ایثار کا مجسمہ اور سب کچھ چپ چاپ سہنے والی عورت ہے۔پریم چند جو خوبیاں ایک بیوی میں دیکھنا چاہتے ہیں وہ سب گوبندی میں موجود ہوتی ہیں۔مسٹر کھنا کی شخصیت میں تضاد موجود ہے۔مسٹر کھنا ظاہری دکھاوے اور عیش وعشرت کے لیے اپنا پیسہ فضول کاموں میں برباد کر دیتا ہے۔وہ مس مالتی اور بیوی کے علاوہ دوسری عورتوں پر فریفتہ ہوتا ہے۔وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک روا نہیں رکھتا۔گوبندی جب گھر چھوڑ کر جا رہی ہوتی ہے تو راستے میں اس کی مسٹر مہتا سے ملاقات ہوتی ہے اور مسٹر مہتا اسے سمجھا کر گھر واپس جانے پر آمادہ کرتا ہے۔یہاں پریم چند بیوی کو وفا کی دیوی، کے روپ میں پیش کرتے ہیں۔پریم چند وفا کی امید صرف اور صرف عورت سے ہی کرتے ہیں اور یہی توقع پریم چند مس مالتی سے بھی رکھتے ہیں۔

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E): 1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 1, June 2025

پریم چند گوبندی کو وفا شعار بیوی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور مس مالتی کو مسٹر مہتا کا بھی فرمانبردار بنانا چاہتے تھے:۔

> ”مالتی مہتا صاحب کے ایثار اور خدمت کے جذبے کو دیکھ کر ان سے محبت کرنے لگتی ہے وہ گاؤں گاؤں جا کر بچوں کی خدمت کرتی ہے اپنے ہاتھوں سے کھانا پکاتی ہے۔“(10)

مالتی کی شخصیت میں سُدھار دیکھ کر مسٹر مہتا مالتی کو شادی کی پیشکش کرتا ہے مگر مالتی انکار کر دیتی ہے۔ پریم چند بیک وقت مالتی میں ایک روشن خیال اور آزادانہ مزاج لڑکی دیکھنا پسند کرتے ہیں جو کہ ترقی پسند خواتین میں شمار ہوتی ہے۔ پریم چند مالتی کی شخصیت میں روشن خیالی کی چمک کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ پریم چند عورتوں کے مساوی حقوق کے خواہاں ہیں۔ وہ عورتوں کے حقوق کا استحصال برداشت نہیں کرتے وہ مرد کی طرح عورتوں کی آزادی کے خواہاں ہیں تاہم وہ روایتی اقدار کا بھی عورت کو پابند بنانا چاہتے ہیں۔

پریم چند کے ہاں عورت کا تصور اگرچہ ان کی شخصیت کے آئینے میں دیکھا جائے تو پریم چند نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی ان سے نہ نبھائی جا سکی گھر کے حالات، والدہ کی ناراضگی اور پریم چند اور ان کی پہلی بیوی کا آپس میں نبھاہ نہ کرنا ان سب کو پریم چند نے اپنے ایک خط جو کہ انہوں نے دیانرائن نگم کو لکھا۔ اس میں ان سب کا ذکر موجود ہے:۔

> ”بیوی صاحبہ نے اب ضد پکڑی۔ کہ یہاں نہ رہوں گی۔ میکے جاؤں گی۔ میرے پاس روپیہ نہ تھا۔ نہ چار کھیت کا منافع وصول کیا۔ ان کی رخصتی کی تیاری کی وہ رو دھو کر چلی گئیں۔ میں نے پہنچانا بھی پسند نہ کیا۔ آج ان کو گئے ہوئے آٹھ روز ہوئے۔ نہ خط ہے نہ پتر میں ان سے پہلے ہی خوش نہ تھا۔ اب تو صورت سے بیزار ہوں۔ غالباً اب کی جدائی دائمی ثابت ہو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔“(11)

پریم چند نے اس خط کو پڑھنے کے بعد کوئی شک نہیں رہتا کہ پریم چند کے اپنی پہلی بیوی کے ساتھ تعلقات خوشگوار نہیں تھے البتہ انہوں نے ترقی پسند تحریک کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے عورتوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی مگر وہ اپنی پہلی بیوی کے حقوق ادا کرنے سے قاصر رہے۔ پریم چند اور ان کی پہلی بیوی کے مزاج میں تضاد کے باعث ان کے درمیان علیحدگی ہو گئی اور یہی تضاد پریم چند کے نظریات میں بھی سامنے آتا ہے۔ ان کی پہلی بیوی تحمل سے کام لینے

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E): 1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 1, June 2025

میں قاصر رہی ہو گی۔ جس کی وجہ سے ان کے درمیان علیحد گی ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ پریم چند مرد کو نہیں بلکہ عورت کو باوقار رہنے کی تلقین اپنے ناولوں میں کرتے ہیں۔اس علیحد گی کی دوسری وجہ پہلی بیوی کا حسن سے عاری ہونا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ پریم چند صورت سے بیزاری والی بات سامنے لاتے ہیں اور اپنی دوسری بیوی کے حسن کو بیان کرتے ہیں:۔

> ”ادھر ناںہال سے والدہ کی طرف سے ضد ہے کہ بیاہ رچے اور ضرور رچے۔ جب کہتا ہوں میں مفلس ہوں۔ کنگال ہوں۔ کھانے کو میسر نہیں تو والدہ صاحبہ کہتی ہیں تم اپنی رضا مندی ظاہر کرو۔ تم سے ایک کوڑی نہ مانگی جائے گی۔ بنتا ہوں بیوی حسین ہے۔ باشعور ہے۔ جیب سے خرچنے بغیر مل جاتی ہے۔ پھر طبیعت کیوں نہ بھڑ بھڑائے اور گد گدی کیوں نہ پیدا ہو۔“(12)

پریم چند کی پہلی شادی ۱۸۹۶ء کو ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ پریم چند کی سوتیلی ماں کے پہلی بیوی کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں تھے اسی لیے ان میں ہمیشہ جھگڑا ہوا کرتا اور آخر کار ۱۹۰۵ء میں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔

پریم چند بھی اس سے خوش نہ تھے۔ پریم چند کی دوسری شادی ۱۹۰۵ء میں شورانی سے ہوئی۔اپنی پہلی بیوی سے منصفانہ سلوک نہ کرنے کی وجہ سے انہیں ہمیشہ دکھ رہا اسی لیے ان کی تحریروں میں عورت کو مرد سے حد درجہ بہتر بنایا گیا ہے:۔

> ”اپنے ساتھ انصاف کرتے ہوئے وہ اپنی بیوی کے ساتھ انصاف نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو سنوارا لیکن اس کی زندگی کو ہمیشہ کے لیے اجاڑ کر انہیں تمام زندگی اس بات کا دکھ بھی رہا۔ ان کے آرٹ پر بھی اس تلخ حقیقت کی گہری چھاپ ہے۔“(13)

پہلی بیوی نے اپنی ساری زندگی میکے ہی میں گزار دی۔ پریم چند کی دوسری شادی ایک بالی ودھوا سے ہوئی۔ پریم چند نے ناول ”گئودان“ میں بیوہ کے روپ میں ایک نسوانی کردار جھنیا کی عکاسی کی ہے۔ ”گئودان“ کا ایک اہم موضوع سماج میں عورت کا مرتبہ ہے۔ جھنیا، بھولا کی بیوہ بیٹی ہوتی ہے۔ بیوہ ہونے کی وجہ سے جھنیا اپنے باپ کے گھر رہتی ہے۔ گائے لینے اور بھونسہ دینے کے بہانے گوبر کی ملاقات جھنیا سے ہوتی ہے گوبر، جھنیا کو بھولا کے گھر سے بھگا لاتا ہے اور اسے اپنے گھر چھوڑ کر شہر چلا جاتا ہے۔ جھنیا کو گھر میں پناہ دینے کی جرم میں ہوری اور دھنیا پر تاوان عائد ہو

جاتاہے اور گاؤں میں ان سے بائیکاٹ کر دیا جاتاہے۔ان سب مشکلات کے باوجود دھنیاڈٹی رہتی ہے اور جھنیا کو اپنی بہو بنا کر اپنے گھر رکھتی ہے۔جھنیا بھی ایک وفاشعار بیوی کی طرح گوبر کا انتظار بڑے تحمل کے ساتھ کرتی ہے۔

گاؤں کا مکھیا جھنیا کو ہوری اور دھنیا کے خلاف بھڑکانے آتاہے اور ماتادین بھی جھنیا پر بُری نظر ڈالتا ہے مگر ان سب کے باوجود بھی جھنیا ثابت قدم رہتی ہے۔ہندومت میں عورت کا مقام ویسے بھی نہیں تھابیوہ ہو جانے کے بعد تو اور زیادہ گر جاتا تھا:۔

''ہندومت میں کہا گیا ہے کہ دنیا میں عورت سے زیادہ گناہ گار ولی کوئی چیز نہیں۔ عورت تمام خرابیوں،اور برائیوں کی جڑ ہے۔''(14)

جھنیا اپنے مرد سے ہمیشہ ہی وفا کرتی ہے گوبر جھنیا کو بعد میں اپنے ساتھ شہر لے جاتاہے۔شہر جانے پر دھنیا پکڑتی ہے۔مگر بہو کی رضامندی دیکھ کر چپ ہو جاتی ہے۔جھنیا، دھنیا کی تمام وفاؤں کو بھول کر گوبر کے ساتھ شہر چلی جاتی ہے۔وہاں جانے کے بعد گوبر بدل جاتاہے اور جھنیا کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ پیش نہیں آتا مگر جھنیا، ہمیشہ اپنے شوہر کا ایک روایتی بیوی بن کے ساتھ دیتی ہے:۔

''جھنیا نے گوہر کا وہ بے جان سا جسم دیکھا تو اس میں انسانیت پیدا ہو گئی۔اب تک اس نے اسے طاقت کی شکل میں دیکھا تھا جو اس پر حکومت کرتا تھا اور اسے ڈانٹا مارتا تھا۔جھنیا نے کھاٹ پر جھک کر آنسو بھری آنکھوں سے گوہر کو دیکھا۔''(15)

ناول ''گئودان'' میں پریم چند نے ایک منفی کردار نہرا کو پیش کیا ہے۔بھولا، بڑھاپے میں سہارے کے لیے نہرا سے شادی کرتا ہے مگر نہرا بھولا کو ہی اپنا غلام بنا لیتی ہے۔پریم چند نے لڑکیوں کے بچپن کے سہانے خواب روپا اور سونا کے ذریعے سے پیش کیے ہیں۔پریم چند نے عورتوں کے حقوق کے بدلے میں آواز اٹھائی اور مختلف نظریات پیش کیے۔عورتوں کے مسائل کو گئودان میں خوبی سے پیش کیا گیا ہے۔سونا اور روپا کے ذریعے سے ہندوستان میں جہیز کے مسائل کو سامنے لایا گیا ہے:۔

''پریم چند کے کردار زیادہ تر مثالی ہیں۔پریم چند کی عورتیں کہیں سپاٹ روایتی اور گھریلو کہیں سیاسی و سماجی سرگرمیوں میں شریک وہ بغاوت کا حوصلہ بھی رکھتی ہیں اور وقت کا تقاضا ہو تو جیل کی سلاخوں کے پیچھے زندگی گزارنے کی ہمت بھی جتا لیتی ہیں۔ کبھی وہ اچھوتوں کی حمایت میں لڑتی ہوئی نظر آتی ہیں اور کبھی سنجیدہ گفتگو میں مصروف۔''(16)

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 41, Issue No. 1, June 2025

عورتوں کے حقوق کے حوالے سے پریم چند اپنے ناول ''گئودان'' میں مختلف نظریات اور عقائد پیش کرتے ہیں۔ دھنیا، ہوری سے مضبوط کردار ہے۔ پریم چند بیوہ کی دوسری شادی بھی کرواتے ہیں۔ ہندوستان میں جہیز کا لین دین اک عام مسئلہ ہے۔ جن لوگوں میں جہیز دینے کی ہمت نہیں ہوتی وہ اس کی استطاعت نہ رکھتے تو وہ اپنی بیٹی کی شادی کسی بڑی عمر کے آدمی کے ساتھ کر دیتے۔ پریم چند نے ''گئودان'' میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے۔

پریم چند نے نچلی ذات کی عورتوں کی عکاسی کی ہے جو صرف اور صرف ہر حالت میں اپنے مرد کا ساتھ دیتی تھیں۔ پریم چند عورتوں سے یہ تقاضا بھی کرتے ہیں کہ وہ ہر حال میں اپنے شوہر کا ساتھ دیں۔ مختصر یہ کہ پریم چند کے ہاں گئودان میں نسائی کرداروں کی پیشکش کی صورت میں گہرا نسائی شعور موجود ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ پریم چند کے ہاں گہرا تضاد موجود ہے پریم چند کے ہاں مغربی معاشرے میں موجود نسائی تصورات کو قبول کرنے کا احساس بھی کارفرما ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ مشرقیت کا دامن بھی نہیں چھوڑتے۔ اور کہیں نہ کہیں ان معاشرتی قدروں سے خود کو پیوست کیے ہوئے ہیں جو مشرقی سماج کا خاص اور اٹوٹ حصہ ہیں۔ اور عورت کو مکمل برابری کی سطح پر دیکھنے کا ٴوصلہ نہیں رکھتے۔ بلکہ جن سطحوں پر پدر سری سماج کی حاکمیت کو خطرہ محسوس ہوتا ہے وہ ان اقدار کو گلے سے لگا لیتے ہیں اور پدر سری سماج کی حاکمیت کو برقرار رکھنے کی تگ و دو کرتے ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

1۔ مبارک علی، ڈاکٹر، تاریخ اور عورت (لاہور: تاریخ پبلی کیشنز)، ص41
2۔ پریم چند، منشی، گئودان (لاہور: علم و عرفان پبلشرز)، ص3
3۔ ایضاً، ص105
4۔ ایضاً، ص118
5۔ ایضاً، ص336
6۔ ایضاً، ص233
7۔ مبارک علی، ڈاکٹر، رضی عابدی، اچھوت لوگوں کا ادب (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز)، ص18
8۔ پریم چند، منشی، گئودان، ص74
9۔ ایضاً، ص70
10۔ نگہت شمیم، پریم چند کے ناولوں میں نسوانی کردار (لکھنؤ: نصرت پبلشرز)، ص256
11۔ پریم چند، پریم چند کے خطوط (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ)، ص22
12۔ ایضاً، ص22
13۔ قمر رئیس، ڈاکٹر، پریم چند کا تنقیدی مطالعہ بہ حیثیت ناول نگار (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس)، ص39
14۔ شیبا حیدر، اُردو میں تانیثی تنقید: ایک مطالعہ (راجستھان: موھن لال سکھاڑیا یونیورسٹی)، ص20
15۔ گئودان، ص261
16۔ شہناز نبی، تانیثی تنقید، ص29